فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

مقالہ

ائمہ ثلاثہ کی سوانح کا تذکرہ

تحت الاشراف

استاذ محترم مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم

مدیر جامعۃ الحسن ساہیوال

جمع و ترتیب

ولی اللہ دھڈی فاضل کلیۃ الفنون جامعۃ الحسن ساہیوال

ادارۃ الحسن ساہیوال

انتساب

میں اپنے اس مقالے کو اپنے مشفق والدین کے نام معنون کرتا ہوں، جن کی مخلصانہ جدوجہد، آہ سحر گاہی ،نیک تمناؤں اور آرزؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کی توفیق دی اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھیں۔

مدرسہ اعزاز العلوم ڈھڈیانوالہ جہاں کے چشمہ فیض سے میں نے علمی پیاس بجھائی اور جس کے آغوش تربیت سے قلم پکڑنا سیکھا اور جامعۃ الحسن جہاں کے علمی اور تصنیفی ماحول سے ذوق پا کر یہ تحریر وجود میں آئی اس کی نسبت ان دونوں اداروں کی طرف کرنا باعث فخر سمجھتا ہوں۔

اظہار تشکر

اس مقالہ میں جن لوگوں نے ہماری مدد اور حوصلہ افزائی کی ہے، میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں، میری زبان اس حق تشکر سے قاصر ہے، الفاظ تنگ دامنی کا شکوہ کر رہے ہیں، بس دل کی عمیق گہرائی سے ان حضرات کے لیے دعا گو ہوں۔

بالخصوص جن حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں، ہمارے مشفق والدین ہیں جن کی تمناؤں، آرزؤں، اور آہ سحر گاہی سے میں اس قابل ہوا کہ چند سطریں تحریر کر سکوں، اور جامعۃ الحسن ساہیوال کے فعال، متحرک اور مزاج شناس ورجال ساز ناظم جناب مفتی محمد ادریس بصیرؔوی صاحب دامت برکاتہ کا بے حد مشکور ہوں کہ جنہوں نے مقالہ لکھنے میں ہمارا حوصلہ بڑھایا اور ترغیب دی۔

افتتاحیہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ امت کی ان عظیم اور عبقری شخصیات میں سے ہیں، جن کی زندگی اور خدمات ایک روشن باب ہیں، انہوں نے تدوین فقہ اسلامی کی صورت میں قانون اسلامی کا وہ عظیم تحفہ امت کو دیا ہے، جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی ہے، اس فقید المثال خدمت کی بناء پر امت قیامت تک امام اعظمؒ کے احسان عظیم سے گراں بار رہے گی۔

اور امام صاحب کے شاگردوں میں امام یوسف جیسا قانونی دماغ نظر آتا ہے جس نے ہارون الرشید کی وسیع ترین سلطنت کے قاضی القضاۃ کے فرائض کامیابی سے سرانجام دیئے۔اور امام محمد جیسافقیہ نظر آتا ہے جس نے فقہ کو چار چاند لگادیئے۔

احادیث میں امام صاحب کی مہارت تامہ، فقہ کی دقیقہ سنجی، سیاسی بصیرت، غیر معمولی حافظہ اور ذکاوت اور وذہانت، کامیاب اصول تجارت پر مشتمل آپ کی معاشی سرگرمیاں، زہد و تقویٰ اور تصوف وطریقت میں آپ کی نرالی شان، ان جیسی عظیم الشان اور غیر معمولی اہمیت کی حامل صفات سے آپ متصف تھے، یہی وجہ ہے کہ امت کے اخیار وابرار، محدثین عظام اور ائمہ جرح وتعدیل نے آپ کی عبقریت اور تقویٰ وطہارت سے لبریز آپ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی زبان حق کی ترجمان اور جن کا صیقل قلم بے داغ اور بے غبار ہوا کرتا تھا، کن کے الفاظ نپے تلے اور عدل وانصاف کے ترازو میں میں تولے ہوئے تھے۔

یہ مقالہ حضرت امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کی روشن زندگی اور ان کی عظیم علمی خدمات پر ایک سر سری جائزہ ہے، امام صاحب پر عربی اور اردو میں سو سے زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں، اور صاحبین پر بھی بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں، اور وہ بھی علم و فن کے تاجداروں، علمی دنیا میں چمکتے دمکتے روشن ستاروں اور بحر تحقیق کے شناوروں اور قرطاس و قلم کے عظیم مسافروں کی خامہ فرسائی کا نتیجہ ہیں، ظاہر سی بات ہے بازار حسن میں اس حبشی غلام کی کیا حیثیت ہے؟ اور قرطاس و قلم کے تاجداروں کے درمیان اس گدا گر کی کیا جراٗت ہے؟ لیکن انگلی کٹا کر شہیدوں کی فہرست میں نام شامل کرنے اور امام صاحب کے عقیدت مندوں کی صف میں جگہ پانے کے لیے ایک بے جا جرأت و جسارت کی ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہوں کہ رب ذوالجلال ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے، ہمارے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے، اور اخلاص کی دولت بیش بہا عطا فرما کر دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے، آمین۔

ولی اللہ ڈھڈی

جامعۃ الحسن، ساہیوال

تدوین فقہ کی ضرورت واہمیت

اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر شام، عراق، مصر وایران اور دوسرے وسیع اور زرخیز ملکوں میں پہنچ گیا تھا۔
معاشرت، تجارت، انتظام ملکی سب بہت وسیع اور پیچیدہ شکلیں اختیار کر گئے تھے۔اس وقت ان نئے مسائل وحالالت میں اسلام کے اصول کی تطبیق کیلیۓ اعلیٰ ذہانت، معاملہ فہمی، باریک بینی، زندگی اور سوسائٹی سے وسیع واقفیت، انسانی نفسیات اوراس کی کمزوریوں سے باخبری، قوم کے طبقات اور زندگی کے مختلف شعبوں کی اطلاع اوراس سے بیشتر اسلام کی تاریخ وروایات اور روح شریعت سے گہری واقفیت، عہدر سالت اور زمانہ صحابہ کے حالات سے پوری آگاہی اور اسلام کے پورے علمی ذخیرہ پر کامل عبور کی ضرورت تھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل تھا اور اس امت کی اقبال مندی، کہ اس کار عظیم کے لئے ایسے عظیم لوگ میدان میں آئے، جو اپنی ذہانت، دیانت، اخلاص اور علم میں ممتاز ترین افراد ہیں پھر ان میں چار شخصیتیں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے چار دبستان فکر کے امام ہیں اور جن کی فقہ اس وقت تک عالم اسلام میں زندہ اور مقبول ہے۔

حالات امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام نعمانؒ ہے۔ ابو حنیفہ کنیت ہے اور امام اعظم لقب ہے۔ والد کا نام زُوطی یا زوطیٰ ہے۔

آپ کے دادا زوطی ملک فارس کے رہنے والے اور مذہباً پارسی تھے۔ اسلام جو بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتا جارہا تھا ملک فارس پر بھی اثر انداز ہوا بہت سے خاندان اسلام کی برکتوں سے مستفیض ہوئے۔ زوطی جو بڑی گہری نظروں سے مطالعہ کررہے تھے، مسلمان ہوگئے، اسلام لانے کے بعد خاندان کے کچھ افراد نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ آخر آپ ترک وطن کے خیال سے ۳۷ ھ میں اپنی بیوی اور نقد سرمایہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے راستہ میں بہت اسلامی شہروں سے گزرے اور اسلام اور خلفاء اسلام کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہے۔ کوفہ پہنچ کر اسلام کی عظمت و جلالت کا پورا نقشہ سامنے آگیا کیونکہ جناب علیؓ خلیفہ تھے اور کوفہ کو دار الخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

زوطیؒ نے فیصلہ کرلیا کہ ہم کو یہیں رہنا ہے۔ آخر مستقل سکونت اختیار کرلی، گزر اوقات کیلئے کپڑے کی تجارت کا سلسلہ شروع کردیا۔

زوطیؒ کبھی کبھی جناب علیؓ کے دربار میں حاضر ہوتے اور خلوص عقیدت کے ساتھ آداب بجالاتے ایک مرتبہ ''نوروز'' کے دن جو پارسیوں کی عید کا دن ہے زوطی کچھ فالودہ نظر کیلئے جناب علیؓ کی خدمت میں لے گئے۔ جناب حضرت علیؓ نے پوچھا کیا ہے؟ کہنے لگے ''نوروز'' کا فالودہ ہے حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ''نوروزنا کل یوم'' ہمارے یہاں ہر روز نوروز ہے۔

سنہ ۴۰ھ کے اوائل میں زوطی کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام باپ نے ثابت رکھا۔ اور پھر بچے کو حصول برکت کیلئے حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے دست شفقت اور دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔

ثابت کا بچپن اپنے باپ کی گود میں گزرا مگر عنفوان شباب میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے۔ تجارت کا سلسلہ باپ سے ورثہ میں ملا تھا۔ زندگی آرام سے گزرتی رہی۔ کب شادی کی؟ اور کس خاندان میں کی؟ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ ۴۰ سال کی عمر میں خدا نے ثابت کو ایک فرزند عطا کیا۔ والدین نے نعمانؒ نام رکھا، آگے چل کر اس بچہ نے ابو حنیفہ کی کنیت اختیار کی۔

اور امام اعظم کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ یہ ۸۰ھ کا واقعہ ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عبد الملک بن مروان خلیفہ تھا اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا، آنحضرت ﷺ کو دنیا سے تشریف لے گئے ہوئے ۷۰ سال کے قریب ہو چکے تھے مگر پھر بھی ملک میں حسب ذیل صحابہ کرام موجود تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول اللہؐ، سنہ ۹۱ھ میں وفات پائی۔ حضرت سہل بن سعد انصاریؓ، سنہ ۹۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہؓ، سنہ ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ امام ابو حنیفہؒ نے دو صحابیوں سے ملاقات کی اور ان کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ ایک حضرت انسؓ دوسرے ابو طفیل عامرؓ۔

کنیت: امام صاحبؒ کی کنیت حقیقی کنیت نہیں بلکہ وصفی معنٰی کے اعتبار سے ہے۔

امام صاحبؒ تابعی تھے: ائمہ اربعہ میں صرف امام صاحب کو یہ شرف حاصل ہے کہ متعدد صحابہ کی زیارت کی ہے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کے بچپن میں متعدد صحابہ کوفہ میں حیات تھے، جن کی زیارت اور ملاقات سے مسلمان فیضیاب ہوتے رہے۔ اکثر تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے قاضی مبارکپوری نے متعدد محدثین کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔

تعلیم و تربیت:

امام صاحبؒ کی تعلیم و تربیت اسی شہر کوفہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے آبائی پیشہ تجارت کو اختیار کیا ابھی سولہ سال کی عمر تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا اور امام ابو حنیفہؒ تمام کاروبار خود ہی سمبھالنے لگے۔ طبیعت کے بہت ہی ذہین اور محنتی تھے اس لئے بہت جلد کاروبار میں ترقی کر لی دوکان کے ساتھ ایک کپڑے کا کارخانہ بھی قائم کر لیا اور زندگی بڑے آرام سے گزرنے لگی۔

امام صاحبؒ کی والدہ عرصہ تک زندہ رہیں۔ بہت عابدہ اور علماء کی طرف سے بہت خوش عقیدہ تھیں اکثر علماء کے وعظ پردہ میں بیٹھ کر سنتی تھیں۔ امام صاحبؒ کا فطری رحجان بھی علم کی طرف تھا مگر ماں کی مذہب دوستی نے اس رحجان کو اور بھی تیز کر دیا۔ لیکن بعض علماء کا کہنا ہے کی امام صاحبؒ کو ولید اور حجاج کے زمانے تک تحصیل علم کا کوئی خیال پیدا نہیں ہوا۔ البتہ عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں یہ خیال ابھرا۔

آپ کسی کام کو جا رہے تھے کہ امام شعبیؒ سے ملاقات ہو گئی جن کو پانچ سو صحابہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔

فقہ کا انتخاب:

فقہ ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق عام انسانوں کی عملی زندگی سے ہے، دیگر علوم کی اپنی خصوصیات ہیں، لیکن فقہ کا علم ہر انسان کی عملی زندگی سے وابستہ ہے۔امام صاحبؒ کے کی طرف توجہ کے کیا اسباب ہیں مختلف سوانح نگاروں نے اس سلسلے میں مختلف روایتیں نقل کی ہیں،اس سلسلے میں ایک واقعہ یہ نقل کیا جاتا ہے۔جو ہمارے لیے سبق آموز بھی ہے۔

الجوہر المضیئۃ میں ابو سعد سمعانی کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا،ایک عورت نے مجھے فقیہ بنادیا،ایک عورت نے مجھے عابد و زاہد بنادیا،میں ایک جگہ سے گزر رہا تھا ایک عورت نے راستہ میں پڑی ہوئی چیز کی طرف اشارہ کیا میں سمجھا شاید یہ اس کا سامان ہے جب میں نے اسے اٹھا کر دیا تو اس نے کہا اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ اس کے مالک تک پہنچادو۔دوسری عورت نے مجھ سے حیض کا مسئلہ پوچھا جو میں نہیں جانتا تھا،اس نے مجھ سے ایسی بات کہی کہ میں فقہ سیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ایک مرتبہ میں راستہ سے گزر رہا تھا ایک عورت نے کہا یہ شخص ساری رات عبادت کرتا ہے۔اس کے بعد سے اس کی عادت ڈال لی چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

حمادؒ کی شاگردی:

حضرت حمادؒ کوفہ کے مشہور امام اور استاذ وقت تھے، حضرت انس (جو رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے) کے شاگرد تھے۔اور بڑے بڑے تابعین کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے،اس انہیں کا مدرسہ سب سے زیادہ شہرت رکھتا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو فقہی سلسلہ چلا آ رہا تھا،اس کا مدار بھی انہیں پر تھا،اس لئے امام صاحبؒ نے علم و فقہ کی استاذی کے لئے حضرت حمادؒ کی شاگردی کا انتخاب کیا۔ امام ابو حنیفہؒ درس میں بڑے انہماک اور پابندی سے بیٹھنے لگے۔قابل استاد نے چند ہی دن کے بعد معلوم کر لیا کہ تمام حلقہ درس میں ابو حنیفہؒ کے حافظہ اور ذہانت کا کوئی شخص نہیں ہے۔لہذا حکم ہوا کہ ابو حنیفہؒ سب سے آگے بیٹھیں گے۔

حمادؒ کا انتقال:

حمادؒ کا انتقال (سنہ ۱۲۰ھ) میں ہوا، امام صاحبؒ حضرت حمادؒ کی وفات تک ان سے وابستہ رہے، اگرچہ دوسرے اساتذہ سے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی، لیکن آپ کے خالص استاذ جن کی خاص تربیت کی بناء پر آپ فقہ کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے اور اس میں امام بنے وہ حمادؒ ہی تھے، امام صاحبؒ حمادؒ کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں ہر نماز میں اپنے والدین کے ساتھ ساتھ حضرت حمادؒ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔

حمادؒ کی جانشینی:

خود امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے استاد جناب حمادؒ کو دو ماہ کے لئے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا اور مجھ کو اپنا جانشین بنا گئے۔اس عرصہ میں طلباء کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے مسائل دریافت کئے جن میں کچھ ایسے بھی مسائل تھے جن کے

متعلق استاد سے کبھی کچھ نہیں سنا تھا مگر میں اپنے اجتہاد سے جواب دیتا رہا اور ساتھ ہی ایک یاداشت بھی لکھتا رہا۔ دو ماہ کے بعد جب استاد بصرہ سے واپس آئے تو میں نے وہ کاغذان کے سامنے پیش کیا کل ساٹھ (۶۰) مسئلے تھے ان میں سے بیس (۲۰) میں غلطیاں نکالیں اور باقی کے متعلق فرمایا تمہارے جواب ٹھیک ہیں۔

تحصیل حدیث کی طرف توجہ:

حضرت حمادؒ سے تعلیم کے زمانے میں ہی امام صاحبؒ نے حدیث کی طرف توجہ کی تھی؛ کیونکہ مسائل فقہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن بھی نہ تھی، اس وقت تمام اسلامی مماک میں زور شور سے حدیث کا سلسلہ جاری تھا، ہر جگہ سند وروایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے، حضرات صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی امانت اور تبلیغی ذمہ داری کے پیش نظر مختلف ممالک میں پھیل گئے جہاں جہاں صحابہؓ پہنچے وہیں علم حدیث کا مدرسہ قائم ہو جاتا، لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑتے، جن شہروں میں صحابہؓ یا تابعینؒ کا زیادہ مجمع ہوتا وہ دار لعلوم کے لقب سے ممتاز ہو جاتے، ان میں مکہ معظّمہ، مدینہ منوّرہ، یمن، بصرہ، کوفہ کو خاص امتیازی شان حاصل تھی کیونکہ اسلامی آثار کے لحاظ سے کوئی شہر ان کے ہمسر نہ تھا۔ (امام اعظمؒ سوانح وافکار)

امام اعظمؒ کوفہ اور بصرہ میں:

کوفہ کے جن محدثین سے امام ابو حنیفہؒ نے علم حدیث حاصل کیا ان میں امام شعبیؒ، سلمہ بن کہیلؒ، حارب بن مثارؒ، ابو اسحاق سبعیؒ، عون بن عبداللہؒ، سماک بن حرب، ابراہیم بن محمدؒ، عدی بن ثابتؒ، اور موسیٰ بن ابی عائشہؒ کے نام بہت مشہور ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی علمی زندگی امام شعبیؒ کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں اپنے ناصحانہ جملہ سے امام ابو حنیفہؒ کے دل میں علم کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ امام شعبیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے پانچ سو (۵۰۰) صحابہؓ کو دیکھا تھا اور ان سے حدیث سنی تھی۔

کوفہ کے بعد امام ابو حنیفہؒ بصرہ تشریف لے گئے اور جناب قتادہؒ اور حضرت شعبہؒ کے درس میں شامل ہو گئے ان کے فیض صحبت سے بہت بڑا فائدہ حاصل کیا۔ حضرت قتادہؒ بصرہ کے مشہور محدث اور تابعی تھے اور خادم رسول اللہ ﷺ جناب حضرت انس بن مالکؓ کی شاگردی کا فخر رکھتے تھے۔ جناب شعبہؒ بھی بڑے رتبے کے محدث تھے۔ دو ہزار سے زائد حدیثیں زبانی یاد تھیں، سفیان ثوریؒ فن حدیث میں ان کو امیر المؤمنین کہا کرتے تھے۔ امام شافعیؒ بھی اپنے زمانے میں فرمایا کرتے تھے کی اگر عراق میں " شعبہ " نہ ہوتے تو حدیث کا رواج نہ ہوتا۔ یہ دونوں حضرات امام ابو حنیفہؒ کی ذہانت اور فہم وفراست کی اکثر تعریف کیا کرتے جناب شعبہؒ نے یہاں تک فرما دیا۔ کہ میں پورے یقین کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہؒ دو چیزیں نہیں ہیں۔

امام اعظمؒ حرمین میں:

کوفہ اور بصرہ سے فارغ ہو کر امام ابو حنیفہؒ کی نظریں حرمین کی طرف اٹھنے لگیں جو علوم مذہبی کے اصل مزکز تھے۔ امام ابو حنیفہؒ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو درس وتدریس کا بہت زور تھا۔ بہت سے اساتذہ جو فن حدیث میں کمال رکھتے تھے اور صحابہؓ کی صحبت سے

مستفیض ہو چکے تھے، اپنی اپنی درسگاہوں میں مشغول تھے مگر ان سب میں عطاء بن ابی رباحؒ کا حلقہ درس بہت وسیع اور مشہور تھا۔ امام صاحبؒ نے مکہ کی تمام درس گاہوں کو دیکھا مگر ان کا دل کسی طرف نہیں کھنچا۔ وہ سیدھے جناب عطاءؒ کی درسگاہ میں پہنچے اور درس میں بیٹھنے کی اجازت چاہی، جناب عطاءؒ نے نام پوچھا اور پھر عقیدہ پوچھا۔ فرمانے لگے ''بزرگوں کو برا نہیں کہتا ہوں، گنہگار کو کافر نہیں سمجھتا ہوں اور قضاء اور قدر کا قائل ہوں'' جناب عطاءؒ نے بڑے غور سے جواب کو سنا اور پھر فرمایا ''اچھا درس میں شامل ہو سکتے ہو'' چند روز میں امام صاحبؒ کی ذہانت اور قابلیت کے جوہر کھلنے لگے اور استاد کی نظر میں ان کا وقار بڑھنے لگا جناب عطاءؒ نے سنہ ۱۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ امام صاحبؒ اس عرصہ میں جب بھی مکہ جاتے ان سے ضرور ملاقات کرتے۔

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عطاءؒ کے علاوہ مکہ میں اور بھی حضرات سے حدیث کی سند حاصل کی ان میں حضرت عکرمہؒ کا نام نمایاں ہے حضرت عکرمہؒ کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ، جناب علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، جناب جابرؓ، اور حضرت ابو قتادہؓ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ مکہ مکرمہ سے فارغ ہو کر امام ابو حنیفہؒ مدینہ طیبہ چلے گئے اور جناب رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور اس کے بعد وہاں کے علماء سے ملاقات کی سب سے پہلے آپ جناب باقرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت باقرؒ نے نام سنا تو فرمایا ''کیا تم وہی حنیفہ ہو جو ہمارے دادا کی حدیثوں کی اپنے قیاس کی بناء پر مخالفت کرتے ہو؟ جواب دیا حضرت، میرے متعلق یہ بات غلط مشہور ہو گئی ہے، اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں، فرمایا کہو۔ امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا۔ عورت مرد کے مقابلے میں کمزور ہے اگر میں قیاس سے کام لیتا تو کہتا کہ وراثت میں عورت کو زیادہ ملنا چاہیے مگر میں ایسا نہیں کہتا ہوں بلکہ یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ مرد کو دگنا ملنا چاہیے۔

اسی طرح نماز روزہ سے افضل ہے۔ اگر قیاس لگاتا تو کہتا کہ حائضہ عورت پر نماز کی قضاء واجب ہے۔ حالانکہ میں روزہ کی قضاء کا فتویٰ دیتا ہوں۔ جناب باقرؒ اس تقریر سے بہت خوش ہوئے اور اٹھ کر امام ابو حنیفہؒ کی پیشانی کو چوم لیا۔

احادیث میں امام اعظمؒ کی پیشین گوئی:

بخاری شریف میں ہے سورۃ جمعہ کی آیت (و آخرین منہم لمّا یلحقوبہم) نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں؟ حضور ﷺ نے سکوت فرمایا۔ صحابہؓ نے مکرر دریافت کیا، حتیٰ کہ تین دفعہ سوال کیا تو حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ وہاں سے بھی لے آتے۔ (فتح الباری) علامہ سیوطیؒ جو خد محققین شافعیہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امام ابو حنیفہؒ کے فضائل میں پیشین گوئی کے طور پر ایسی صحیح چیز ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ (او جزالمسالک)

امام ابو حنیفہؒ کی احتیاط و تحقیق:

امام صاحبؒ روایت میں بہت محتاط تھے کہ روایت میں جس قدر واسطے زیادہ ہوتے ہیں اسی قدر تغیر و تبدل کا احتمال بڑھ جاتا ہے یہی بات ہے کہ ان کے اساتذہ اکثر تابعینؒ ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ تک صرف ایک واسطہ ہے یا وہ لوگ ہیں جو مدت تک بڑے بڑے تابعینؒ کی صحبت میں رہے تھے اور علم و فضل، دیانت، و پرہیز گاری کا نمونہ خیال کئے جاتے تھے۔

ان دو قسموں کے علاوہ اگر ہیں تو شاذ ہیں۔ ان کی تعلیم کا طریقہ بھی عام طالب علم سے الگ تھا۔ بحث و اجتہاد کی شروع سے عادت تھی اور اس باب میں وہ استادوں کی مخالفت کی پروانہ کرتے تھے۔ ایک بار حمادؒ کے اعمشؒ کی مشایعت کو نکلے، چلتے چلتے مغرب کا وقت ہو

گیا وضو کیلیئے پانی کی تلاش ہوئی مگر کہیں پانی نہ مل سکا، حمادؒ نے تیمم کا فتویٰ دیا امام صاحبؒ نے مخالفت کی کہ اخیر وقت میں پانی کا استعمال کرنا چاہیے۔ اتفاق یہ کہ کچھ دور چل کر پانی مل گیا اور سب نے وضو سے نماز ادا کی، کہتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کی استاد کی مخالفت کی۔ (خصوصیات مصطفی: جلد سوم، ص ۳۲۵

امام ابو حنیفہؒ مجتہد تھے یا مقلد؟

سوال۔ امام ابو حنیفہؒ مجتہد تھے یا مقلد؟ اور کسی کی تقلید کرتے تھے؟

جواب۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ بڑے درجے کے مجتہد تھے اور بہت بڑے محدث تھے۔ مجتہد کے لئے قرآن، حدیث، آثار، تاریخ، لغت، قیاس میں ماہر ہونا ضروری ہے۔ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے چار ہزار مشائخ و تابعین وغیرہم سے علم حاصل کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے امام صاحب کو محدثیب کے طبقات حفاظ میں شمار کیا ہے۔ خود مجتہد مقلد تھے۔ قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر خود ان سے مسائل نکالتے تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ص ۲۸۹ ج ۵)

امام اعظمؒ کا اعلان:

صاحب ہدایہؒ سے مختلف حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے ،جو روضۃ العلماء زندوسیہ کے باب فضل صحابہ میں ہے

سئل ابوحنیفہؒ اذاقلت قولہ وکتاب اللہ یخالفہ قل اترکوا قولی بکتاباللہ فقیل اذا کان خبر رسول اللہﷺ یخالفہ،قال اترکوا قولی بخبر رسو ل اللہﷺفقیل اذا کان قول الصحابہ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابہؓ(عقد الجید للشاہ ولی اللہ: ص ۵۳)

امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کے کسی قول کی کتاب اللہ سے مخالفت ہوتی ہو تو ایسی حالت میں کیا کیا جائے آپ نے فرمایا "کتاب اللہ کے مقابلے میں میرا قول ترک کر دو" کہا گیا کہ اگر حدیث رسول اللہ ﷺ سے اس کی مخالفت ہوتی ہو؟ فرمایا "آنحضرت کے مقابلے میں میرا قول ترک کر دو" کہا گیا کہ اگر ایسا ہی قول صحابہؓ اس کے خلاف پڑے تو؟ فرمایا "قول صحابہؓ کے مقابلے مین میرا قول ترک چھوڑ دو" یعنی میرے قول کی وقعت اس وقت کچھ نہیں جب ان میں سے کسی کے بھی خلاف ثابت ہو۔

بات بالکل درست ہے کہ دراصل جو جدید ترتیب مسائل کی ہو رہی تھی، یہ کتاب و سنت اور اقوال صحابہؓ کی روشنی میں ہو رہی تھی، اس طرز کا جدید کا منشاء صرف یہی تھا کہ امت کے سامنے زمانہ حال کے متعلق مسائل سہل اسلوب میں آجائیں، اس لئے کہ زمانہ کی رفتار کا جو رخ تھا، وہ بتا رہا تھا کہ انسانی مزاج سہل طلب بنتا جا رہا ہے، اگر اس وقت توجہ نہیں دی گئی تو آگے چل کر دشواری بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

دلائل پر بنیاد:

امام ابو حنیفہؒ نے اس پر بس نہیں کیا تھا بلکہ اپنے تلامذہ اور اصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ تم خوامخواہ کسی ایک بات پر جم نہ

جانا، بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی وزنی اور قابل اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو پھر اس کو اختیار کرنا، اسی طرح دوسروں کو حکم دینا، اس لئے کہ مقصد کتاب وسنت اور اقوال صحابہؓ پر عمل ہے اپنی بات پر ضد اور اپنے فہم کی اشاعت مقصود نہیں ہے۔

فاعلم ان ابا حنیفة من شدة احتیاته وعلمه بان الاختلاف من اثار الرحمة قال لاصحابه ان توجه لکم فقولوا به(عقود رسم المفتی: ص۱۶) غایت احتیاط اور اس یقین کی وجہ سے کہ اختلاف آثار رحمت سے ہے امام ابو حنیفہؒ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ "اگر کوئی دلیل تم کو مل جائے تو پھر اسی پر عمل کرو اور اسی کا حکم دو"

حضرت امام مالکؒ کی شہادت:

ایک مرتبہ امام مالکؒ سے حج کے موقع پر حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ملاقات ہوئی اور گفتگو بھی ہوئی جب امام مالکؒ مدینہ تشریف لائے تو شاگردوں سے دریافت کیا کہ آپ نے امام ابو حنیفہؒ کو کیسا پایا؟ تو شاگردوں نے دریافت کیا کہ آپ نے امام ابو حنیفہؒ کو کیسا پایا؟ تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ "کہ وہ ایسا شخص ہے اگر اس ستون کو سونے کا کہ دے تو اس پر دلائل قائم کردے گا اور تم کو جواب نہ آئے گا تم اس کے دلائل کو نہ توڑ سکو گے۔

ایک مخنث کے سوالات کے جوابات:

خلیفہ وقت سے سامنے امام ابو حنیفہؒ سے کسی مخنث نے سوال کیا کہ تمام دنیا کی مردم شماری کتنی ہے؟ فرمایا کہ جتنے آسمان سے ستارے، اگر اتنے نہ ہوں تو شمار کرلے۔ دوسرا سوال کیا کہ زمین کا بیچ کہاں ہے؟ فرمایا کہ جہاں تو بیٹھا ہے، یقین نہ ہو تو ناپ لے، تیسرا سوال کیا کہ چار پائے زیادہ ہیں یا دو پائے؟ فرمایا کہ چار پائے زیادہ ہیں، یقین نہ آئے تو گن کے دیکھ لے، چوتھا سوال کیا کہ نر زیادہ ہیں یا مادہ؟ فرمایا کہ پہلے تو بتا تو کن میں ہے؟ اس پر وہ نادم ہو کر خاموش ہوا۔

بھنگی کا ادب:

امام ابو حنیفہؒ نے ایک بھنگی سے دریافت کیا کہ کتا کب بالغ ہوتا ہے؟ اس نے کہا: جب ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرنے لگے اس کے امام صاحبؒ جب اس بھنگی کو دیکھتے تو مؤدب کھڑے ہو جاتے۔

امام صاحبؒ کو خلیفہ منصور کا قید کرنا:

امام صاحبؒ کو بادشاہ وقت خلیفہ منصور نے قید کروادیا تھا اور دس کوڑے روزانہ ان کو لگواتا تھا، وجہ یہ تھی کہ بادشاہ وقت جو قانون بناتا اور عوام پر اس کو نافذ کرتا تو لوگ امام صاحبؒ سے آکر دریافت کرتے کہ قانون شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر آپ فرماتے شریعت کے مطابق ہے تو لوگ اس قانون پر عمل کرتے، ورنہ نہ کرتے، بادشاہ نے ایک محتسب بھی مقرر کیا کہ نافذ کردہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزادیا کرے، چنانچہ وہ محتسب ایسے لوگوں کو سزا دینے لگا جو قانون شاہی کی خلاف ورزی کرتے، ایک مرتبہ وہ محتسب امام صاحبؒ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ حضرت! میری توبہ کی بھی کوئی شکل ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا بالکل پکی توبہ کرلو کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا، اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔ اس نے توبہ کرلی، اس کے بعد بادشاہ نے ایک قانون نافذ کیا اور اس کو بلا کر کہا کہ ہم نے فلاں قانون نافذ کیا ہے، تم اپنے کام کے لئے تیار ہو جاؤ یعنی جو شخص اس کے خلاف کرے اس کو سزا دو۔ اس نے کہا: میں اس کا جواب کل دونگا، رات کو امام صاحبؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے بادشاہ نے ایسا حکم دیا ہے، میں کیا کروں؟ مشورہ دیجئے! امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہارا امتحان کا وقت آیا کہ تم

نے پکی توبہ کی ہے یا کچی ؟اس پر اس نے کہا کہا چھا! میں اس کام کے لئے ہر گز نہ جاؤ نگا۔ چنانچہ صبح کو جا کر بادشاہ سے انکار کر دیا کہ میں اس کام کے لئے تیار نہیں ہوں۔ باشاہ نے تحقیق کرائی کہ دیکھو یہ رات کس کے پاس گیا تھا، معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کے پاس گیا تھا ان سے مشورہ کر کے آیا ہے، اس پر بادشاہ نے کہا کہ اچھا! ہم یہاں کا قاضی امام ابو حنیفہؒ کو ہی بنائیں گے اور انہیں کے ذریعے اپنے احکامات کا اعلان کرائیں گے، چنانچہ اس نے امام صاحبؒ کو قاضی بنانا چاہا، امام صاحبؒ نے انکار کر دیا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں، آپ اس کے اہل ہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میرا دعویٰ بالکل سچا ہے، کیونکہ جھوٹا اہل نہیں ہوتا بادشاہ نے اصرار کیا تب بھی امام صاحبؒ نے انکار کر دیا، بالآخر جب امام صاحبؒ نہ مانے تو ان کو قید کرا دیا اور دس کوڑے روزانہ لگواتا۔ امام صاحبؒ کے پاس جیل خانہ میں ہی ایک ہزار طالب علم سبق پڑھنے کے لئے آنے لگے، بادشاہ کو اس کو علم ہوا تو فکر ہوئی کہ کہیں یہ ان سب کو لے کر بغاوت نہ کر دے، اس لئے امام صاحبؒ کو زہر پلانا چاہا، جب امام صاحب کو پاس زہر لایا گیا، تو آپ کو بذریعہ کشف اس کا علم ہو گیا آپ نے اس کے پینے سے انکار کر دیا تو زبردستی پلا دیا گیا، آپ اس کو پیتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور اسی حالت میں وہیں وفات ہو گئی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً

(از افادات حضرت مفتی محمد حسن صاحب گنگوہیؒ)

امام اعظمؒ کے اخلاق و کردار:

امام اعظمؒ جس طرح علم اور فقہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح اخلاق و کردار میں بھی آپ یکتا تھے، آپ کی فکر اور علمی وسعت نے قیامت کے لوگوں کے لئے بہتریں لائحہ عمل اور بے مثال اخلاق عطاء کیا ہے، یوں تو امام اعظمؒ کے عظیم اخلاق و کردار کو بیان کرنے کے لئے تاریخ و تذکرہ کی کی کتابوں سے متعدد واقعات کو بطور استشہاد کے پیش کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے اخلاق و کردار کی جو تصویر خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں قاضی ابو یوسفؒ نے پیش کی ہے، اس کی جامعیت اور افادیت اندازہ سے باہر ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسفؒ سے کہا کہ امام اعظمؒ کی سیرت کے اوصاف بیان کیجئے! آپ نے فرمایا: امام اعظم ابو حنیفہؒ محارم (حرام چیزوں) سے شدید اجتناب کرتے تھے، بلا علم دین میں کوئی بات کہنے سے سخت ڈرتے تھے، اہل دنیا کے منہ پر کبھی ان کی تعریف و توصیف نہیں کرتے تھے، اتنے علم و فضل کے باوجود انتہائی سادہ اور منکسر المزاج تھے، جب آپ سے کوئی سوال کیا جاتا تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے اور اگر اس کی نظیر و مثال قرآن اور حدیث سے نہ ملتی تو پھر قیاس اور اجتہاد کی طرف رجوع کرتے، نہ کسی شخص سے طمع کرتے نہ بھلائی کے سوا کسی کا تذکرہ کرتے۔ خلیفہ ہارون الرشید یہ سن کر کہنے لگا: صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں، پھر اس نے کاتب کو یہ اوصاف لکھنے کا حکم دیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ ام اوصاف کو یاد کر لو۔ (تذکرۃ المحدثین)

امام صاحب کے اخلاق و کردار کی بدولت مجوسی کا کلمہ پڑھنا:

امام فخر الدین رازیؒ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی سیرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک مرتبہ امام اعظمؒ جا رہے تھے، راستے میں زبردست کیچڑ تھا ایک آپ کے پاؤں کی ٹھوکر سے کیچڑ اڑ کر ایک شخص کے، مکان کی دیوار پر لگا، یہ دیکھ کر آپ بہت پریشان ہو گئے کہ کیچڑ اکھاڑ کر دیوار صاف کی جائے تو خدشہ ہے کہ دیوار کی کچھ مٹی اتر جائے گیا گر یوں ہی چھوڑ دیا تو دیوار خراب رہتی ہے۔ آپ اسی پریشانی میں مبتلاء تھے کہ صاحب خانہ کو بلا یا گیا، اتفاق سے وہ شخص مجوسی تھا اور آپ کا مقروض بھی، آپ کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید آپ قرض مانگنے آئے ہیں، پریشان ہو کر عذر اور معذرت پیش کرنے لگا آپ نے فرمایا: قرض کی بات چھوڑو، میں اس فکر اور پریشانی میں مبتلاء کہ تمہاری دیوار کو کیسے

صاف کیا جائے، اگر کیچڑ کھرچوں تو خطرہ ہے کہ کچھ مٹی بھی اتر آئے گی اگریوں ہی رہنے دوں تمہاری دیوار گندی ہوتی ہے، یہ بات سن کر وہ مجوسی بے ساختہ کہنے لگا حضور! دیوار کو بعد میں صاف کیجئے گا پہلے مجھے کلمہ طیبہ پڑھا کر میرا دل صاف کر دیں، چنانچہ وہ مجوسی آپ کے عظیم اخلاق و کردار کی بدولت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

امام ابو یوسفؒ

نام اور نسب:

یعقوب نام۔ ابو یوسف کنیت تھی، سلسلہ نصب امصار سے جا کر ملتا ہے ان کے جد اعلیٰ سعد بن حتبتہؓ صحابی تھے، غزوہ احد میں شرکت کی اجازت چاہی، مگر کم سنی کی وجہ سے اجازت نہیں ملی، دو سال بعد غزوہ خندق پیش آیا تو اس میں شرکت کا شرف حاصل کیا، اس غزوہ میں انہوں نے جانبازی دکھائی، دشمنوں بر سر پیکار تھے کہ حضور ﷺ کی نگاہ مبارک ان پر پڑی، فرمایا کون ہو۔ بولے مجھے سعد بن حتبتہ کہتے ہیں پھر قریب آیا، اور سر پر دست شفقت پھیرا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دست شفقت پھیرنے کی برکت ہم اب تک محسوس کرتے ہیں۔ ان کے والد ابراہیم غریب آدمی تھے، اور کوفہ میں محنت مزدوری کر کے اپنا گذر اوقات کرتے تھے۔

سن ولادت:

امام ابو یوسفؒ کوفہ میں سنہ ۱۱۳ یا سنہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم کا آغاز اور معاشی تنگی؛

ابتدائے عمر سے ہی ان کو لکھنے پڑھنے کا شوق تھا، مگر ان کے والد اپنی غربت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ حصول معاش میں ان کا ہاتھ بٹائیں، اس وجہ ان کو کئی دنوں تک باقاعدہ تحصیل علم کا موقع نہ مل سکا مگر ان کے ذوق نے ان کو اتنا اکسایا اسی تنگی اور ترشی میں اپنے والد کے چپکے علمائے کوفہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے کوفہ میں اس وقت فقہ و حدیث کی بہت سی مجلسیں برپا تھیں، جن میں محمد بن ابی لیلیٰؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی مجلس درس کو خاص امتیاز حاصل تھا، چنانچہ امام ابو یوسفؒ خصوصیت سے پہلے ابن ابی لیلیٰؒ کی مجلس درس میں میں حاضر ہوئے اور تقریباً ۸۔۹ برس تک ان سے کسب فیض کرتے رہے اس کے بعد امام صاحبؒ کی مجلس درس میں شریک ہونے لگے، اور ان کو یہ مجلس ایسی بھائی پھر امام صاحبؒ کی زندگی میں ان سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ ان کے والد کو طلب علم کی طرف ان کی حد درجہ توجہ اور انہماک اور کسب معاش سے بے پروائی بہت گراں گزرتی تھی، چنانچہ ایک دن یہ امام صاحبؒ کی مجلس میں شریک تھے، کہ ان کے والد پہنچے اور زبردستی ان کو اٹھا کر گھر لے گئے اور سمجھایا کہ ابو حنیفہ کھاتے پیتے آدمی ہیں تم ان کی ریس کیوں کرتے ہو والد کی تعمیل حکم میں کئی روز وہ امام صاحبؒ کی مجلس میں نہیں گئے، تو امام صاحبؒ نے دریافت کیا، امام ابو یوسفؒ کو جب اس کی اطلاع ملی، تو وہ امام صاحبؒ کی صاحبؒ نے آتے ہی پوچھا کہ اتنے دن سے درس میں کیوں نہیں آئے، بولے

اشغل باالمعاش وطاعة والدی

"کسب معاش کی مشغولی اور والدہ کی اطاعت مانع رہی"

یہ کہ کر مجلس درس میں بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد اٹھنا چاہاتوامام صاحبؒ نے روکا۔ جب مجلس برخاست ہوگئی توامام صاحبؒ نے چپکے سے ان کوایک تھیلی دی اور فرمایا کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرو، ختم ہو جائے تو پھر کہنا گھر پہنچ کر تھیلی کھولی تو سو درہم تھے، اس کے بعد وہ برابر درس میں شریک ہونے لگے، جب چند دن گزر جاتے تو دوبارہ امام صاحبؒ ان کو کچھ رقم عنایت فرمادیتے۔

امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ لحاظ کی وجہ سے میں کبھی ضرورت اور ان کی دی ہوئی رقم کا تذکرہ نہیں کرتا تھا، مگر وہ خود ہی اس کو محسوس کر لیا کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے اس وقت تک مدد جاری رکھی جب میں بے نیاز نہیں ہو گیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں امام صاحبؒ کی مجلس میں حدیث وفقہ کا علم حاصل کر رہا تھا، میں مالی اعتبار سے خستہ حال تھا، میرے والد صاحب امام صاحبؒ کی مجلس میں میرے پاس آئے، کہا میرے بیٹے! تم ان کی طرح پیر نہ پھیلاؤ، کیونکہ وہ خوشحال ہیں اور تم مفلس ہو، میں والد کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کئی روز امام صاحب کی مجلس سے غائب رہا پھر درس میں آنا شروع کیا، جب امام صاحب نے کئی روز کے بعد مجھے اپنی مجلس میں دیکھا تو پوچھا کہ تم کئی روز سے کہاں غائب تھے؟ میں نے جواب دیا کہ والد صاحب کی اطاعت وفرماں برداری اور معاش کی طلب میں، جب سارے لوگ مجلس سے چلے گئے تو امام صاحب نے مجھے سو درہم کی ایک تھیلی دی اور کہا اسے خرچ کرو اور جب یہ ختم ہو جائے تو مجھے بتاؤ۔ میں نے امام صاحب کو ختم ہونے کی کبھی اطلاع نہیں دی، لیکن وہ ختم ہونے سے پہلے ہی دوسری تھیلی عنایت فرمادیتے تھے، میں برابر آپ کی مجلس درس اور علمی صحبت سے مستفید ہوتا رہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کے ذریعہ نفع پہنچایا اور مجھے قاضی القضاۃ بنا دیا، میں ہارون رشید کی مجلس میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ ان کے دسترخوان پر کھاتا تھا، ایک دن ہارون رشید کے کھانے میں فالودہ لایا گیا تو انہوں نے کہا یعقوب! فالودہ کھاؤ، یہ کھانے میں روز روز نہیں ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا امیر المومنین! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ پستہ کے تیل کے ساتھ فالودہ ہے، یہ سن کر مجھے ہنسی آگئی، خلیفہ نے پوچھا آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو میں نے پورا قصہ سنا دیا تو انہیں بہت تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ میری زندگی کی قسم! علم دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں نافع اور مفید ہوتا ہے، پھر امام صاحب کے حق میں رحمت ومغفرت کی دعا کی اور کہا کہ امام صاحب اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھ لیتے تھے جو ہم اپنی حقیقی آنکھ سے نہیں دیکھ پاتے۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۴ ص: ۲۴۴)

طلحہ بن محمد جعفر کا مقولہ ہے کہ امام ابو یوسف بہت ہی مشہور ومصروف، صاحب علم وفضل، امام صاحب کے شاگرد رشید اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ وعالم تھے، فضل وکمال اور علم وحکمت میں ان سے بڑا کوئی بھی نہیں تھا، سب سے پہلے انہوں نے ہی امام صاحب کے مسلک کے مطابق اصول الفقہ لکھی، مسائل کی نشر واشاعت کی اور پوری دنیا میں امام صاحب نے علم وفضل کو عام کر

دیا۔

عمار بن ابی مالک کہتے ہیں، امام کے شاگردوں میں امام ابو یوسف کی طرح کوئی نہیں تھا، اگر امام ابو یوسف نہ ہوتے تو امام صاحب اور امام محمد کا کوئی ذکر و چرچہ نہ ہوتا، انہوں نے ہی ان دونوں کے اقوال کو پھیلایا اور علم کو عام کیا۔

امام صاحب کے شاگرد امام محمد بن الحسن فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے زمانہ میں امام ابو یوسف ایسا بیمار ہوئے کہ ان کے بارے میں اندیشہ ہونے لگا تو امام صاحب اور ہم لوگوں نے ان کی عیادت کی، امام صاحب عیادت سے فارغ ہو کر جانے لگے تو ان کے گھر کے دروازہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا، اس نوجوان کی موت ایک ایسے آدمی کی موت ہوگی جو روئے زمین کا سب سے بڑا عالم ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۴ص: ۲۴۶)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اعمش نے کسی مسئلہ کے بارے میں مجھ سے پوچھا، میں نے جواب دیا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے یہ بات کہاں سے کہی؟ میں نے جواب دیا کہ آپ کی روایت کی ہوئی حدیث سے، پھر وہ حدیث بیان کی، تو انہوں نے کہا یعقوب! میں تمہاری پیدائش سے پہلے سے اس حدیث کا حافظ ہوں، لیکن اس کی تاویل آج سمجھ میں آئی۔ (تاریخ بغداد)

ہلال بن یحییٰ تاریخ الخطیب میں لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف تفسیر، مغازی اور ایام عرب کے حافظ تھے، سارے علوم کے مقابلہ میں ان کا سب سے کم علم علم فقہ ہی تھا۔ (تاریخ الخطیب)

حماد بن ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام ابو حنیفہ کے دائیں ابو یوسف کو اور بائیں امام زفر کو کسی مسئلہ میں بحث و مباحثہ کرتے ہوئے دیکھا، دونوں ایک دوسرے کے قول کو دلائل و براہین کی روشنی میں ادا کر رہے تھے، یہی سلسلہ ظہر کی نماز تک جاری رہا، جب ظہر کی اذان ہوئی تو امام صاحب نے اپنا ہاتھ امام زفر کی ران پر مارا اور کہا کہ اس شہر میں ریاست کی امید نہ رکھو جس میں امام ابو یوسف موجود ہوں۔ (تاریخ بغداد: ۲۴۷)

داؤد بن رشید سے مروی ہے کہ اگر امام اعظم کا امام ابو یوسف کے علاوہ اور کوئی بھی شاگرد نہ ہوتا تب بھی ان کے فخر کے لیے امام ابو یوسف کافی تھے، کیوں کہ میں نے علم کے ہر باب میں انہیں اس طرح بات کرتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ علم کلام، فقہ او رحدیث کے بحر بیکراں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ (مناقب ابی حنیفہ: ۴۱۰)

آپ بلا کے ذہین تھے اور آپ کا قوت حافظہ بڑا قوی تھا، ابو نجدہ سے مروی ہے کہ جب آپ نے رشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ منورہ تشریف لائے تو رشید نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار قدیمہ کو دیکھنا چاہتا ہوں، تو امام ابو یوسف نے واقدی کو رات میں بلوایا اور تاریخی مقامات کا مشاہدہ کیا، پھر صبح رشید اور دوسرے فقہا کے ساتھ سوار ہو کر زیارت کے لیے گئے اور کہنے لگے یہ فلاں تاریخی جگہ ہے، اس جگہ کی یہ تاریخی اہمیت ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ میں ان کے قوت حافظہ اور ذہانت پر حیران و ششدر رہ گیا کہ رات میں مجھ سے معلومات حاصل کی اور دن میں اس کو رائج کر دیا۔ (مناقب ابی حنیفہ: ۴۱۴)

1. امام ابو یوسفؒ کے ملفوظات: اس شخص کی صحبت جو عار سے نہیں ڈرتا ہے قیامت کے دن باعث عار ہوتی ہے۔ اصل نعمتیں تین ہیں: نعمت اسلام جس کے بغیر کوئی نعمت مکمل نہیں ہوتی۔ نعمت عافیت جس کے بغیر زندگی پر لطف نہیں ہوتی۔ نعمت غنیٰ جس کے

بغیر زندگی ادھوری رہتی ہے، علم اپنا بعض حصہ اس وقت تک نہیں دے گا جب تک تم اسے اپنا پورا حصہ نہ دے دو، اگر تم اپنا پورا حصہ دو گے تو تم اس کے بعض حصہ کے حصول میں بھی خطرہ میں رہو گے۔ (مناقب ابی حنیفہ: ۴۰۴) محمد بن سماعہ سے مروی ہے کہ وہ عہدۂ قضا پر فائز ہونے کے بعد بھی روزانہ سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ (مناقب ابی حنیفہ: ۴۰۹) آپ کی وفات ۶ ربیع الاول ۱۸۲ھ کو بغداد میں ہوئی۔

حضرت امام محمد الشیبانیؒ

نام و نسب:

محمد نام ہے ابو عبداللہ کنیت ہے مختصر شجرہ نصب یہ ہے: محمد بن الحسن الفرقد الشیبانی

ولادت:

ان کے والد دمشق کے ایک گاؤں حرشا کے رہنے والے تھے، ترک وطن کر کے یابہ سلسلہ ملازمت عراق آئے اور وہیں کے ایک گاؤں واسط میں حکومت اختیار کرلی، امام محمد یہیں (سنہ ۱۳۳ھ) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

واسط میں ابھی چند ہی سال گزرنے پائے تھے کہ ان کے والد یہاں سے شامی لشکر کے ساتھ کوفہ چلے آئے، اور پھر وہیں مستقل بود و باش اختیار کرلی، کوفی اس وقت علم و فن کا مرکز اور علماء و مشائخ کا گہوارہ تھا علمی اعتبار سے اسے تمام ممالک اسلامیہ میں ''ام البلاد'' کی حیثیت اختیار حاصل تھی اسی مادر علمی کی آغوش میں امام محمدؒ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا، اور اسی ماحول میں انہوں نے نشو نما پائی سب سے پہلے قرآن کی تعلیم ہوئی، اس کے بعد ادب و لغت کی ابتداء کی گئی، ادب و لغت کی ابتدائی تعلیم کے بعد کوفہ کے بڑے بڑے شیوخ کے درس میں شامل ہونے لگے، فطری استعداد و صلاحیت اور کوفہ کے علمی ماحول نے کم سنی میں ہی انہیں ایک جوہر قابل بنادیا۔ (سیر الصحابہ ج ۸ ص ۱۲۳)

امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں آمد:

ابھی تیرہ چودہ سال کا سن تھا، کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ مسئلہ یہ تھا کہ اگر نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات میں بالغ ہو تو عشاء کی نماز دہرائے گا یا نہیں۔ امام صاحبؒ نے اثبات میں جواب دیا یہ سوال چونکہ انہوں اپنے متعلق کیا تھا اس لئے وہاں سے فوراً اٹھے وضو کیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر نماز دہرائی۔ امام صاحبؒ نے یہ دیکھ کر حاضرین سے فرمایا: انشاءاللہ یہ لڑکا رشید ہوگا۔

امام صاحبؒ کی شاگردی میں:

گو یہ ایک معمولی واقعہ تھا لیکن یہی واقعہ تفصیل فقہ اور امام صاحبؒ سے ان کی عقیدت اور تلمذ کا سبب بن گیا، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ پھر امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقہ تلمذ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ امام صاحبؒ کا دستور تھا کہ وہ قرآن کو مستحضر کئے بغیر کسی اپنے حلقہ درس میں بہت کم لیتے تھے، حسب دستور اس لئے بھی فرمایا کہ قرآن حفظ کر لو، پھر میرے پاس آؤ۔

امام محمدؒ کا سات میں قرآن یاد کرنا:

ایک ہفتہ کے بعد وہ

اپنے والد صاحب کے ساتھ دوبارہ امام صاحبؒ کے پاس آئے تو قرآن پاک کے حافظ تھے اور عرض کیا کہ میں نے حفظ کر لیا، اس کے بعد انہوں نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، امام صاحبؒ نے ان سے پوچھا کہ یہ مسئلہ تم کسی سے سن کر دریافت کر رہے ہو یا تمہارا طبع زاد ہے، امام محمدؒ نے کہا کہ یہ سوال خود میرے ذہن میں آیا ہے امام صاحبؒ نے ان سے فرمایا کہ تم بڑے لوگوں جیسا سوال کرتے ہو، تم برابر میرے حلقہ درس میں آتے جاتے رہو۔

اس کے بعد امام محمدؒ مستقل طور پر امام صاحبؒ کے سلسلہ تلمذ میں داخل ہو گئے اور ہمیشہ سفر اور حضر میں ان کے ساتھ رہے، اور ان کی حیات تک کسی دوسرے حلقہ درس میں نہیں گئے۔

امام ابو یوسفؒ کی شاگردی میں:

امام محمدؒ کو امام صاحبؒ سے صرف چار برس استفادہ کا موقع ملا، لیکن یہ مدت فقہ جیسے دقیق فن اور وسیع کے لئے کافی نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے امام صاحبؒ کی وفات کے بعد امام ابو یوسفؒ کی طرف رجوع کیا جو امام صاحبؒ کے محبوب اور سب سے زیادہ ذی علم تلامذہ میں سے تھے، اور ان کے حلقہ درس میں جا کر فقہ کی تکمیل کی، اور بجز چند آخری سالوں کے ان سے بہت کم جدا ہوئے۔

امام ابو یوسفؒ علم اور عمر دونوں میں امام محمدؒ سے بڑے تھے لیکن اس کے باوجود وہ امام محمدؒ کا کافی لحاظ کرتے تھے، طحاوی نے اسماعیل بن حمادؒ سے روایت کی ہے کہ کہ امام محمدؒ کا دستور تھا کہ وہ بالکل سویرے دوسرے شیوخ حدیث کی مجالس درس میں چلے جاتے تھے، اور ہم لوگ علی الصباح امام ابو یوسفؒ کی مجلس فقہ میں پہنچ جاتے تھے امام محمد جب وہاں سے امام ابو یوسفؒ کے درس میں واپس آتے اس وقت تک بہت سے مسائل گزر چکے ہوتے، لیکن جب وہ آ جاتے تو امام ابو یوسفؒ ان تمام مسائل کو ان کے لئے دہراتے۔

امام محمدؒ بھی ان کے مرتبہ شناس تھے، چنانچہ جب امام ابو یوسفؒ بغداد کے قاضی تھے۔ امام محمدؒ نے کوفہ سے انہیں لکھا کہ میں آپکی ملاقات میں آنا چاہتا ہوں، لیکن امام ابو یوسفؒ نے لکھا کہ اہل بغداد کو آپ سے فائدہ پہنچ رہا ہے، یہاں آنے میں ان کا نقصان ہوگا، ان کو فائدہ پہنچائیں۔ امام محمدؒ فرماتے تھے کہ ''علم کی توقیر کرنی ہمیں امام ابو یوسفؒ نے اس طرح سکھائی کہ جب میں پہلی بار امام صاحبؒ کی خدمت

میں گیا تو مجلس میں پہنچ کر میں نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہؒ کون ہیں؟، امام ابو یوسفؒ نے اشارہ سے مجھ سے کہا کہ بیٹھ جاؤ جب بیٹھ گیا تو انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ فلاں صاحب ہیں، سوال کا یہ طریقہ پسندیدہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے ٹوکا" (سیر الصحابہ ج ۸ ص ۱۲۴)

تحصیل حدیث:

قرآن اور فقہ کے علاوہ حدیث کا ذوق کی امام محمدؒ کو شیخین ہی کی صحبت سے پیدا ہو چکا تھا لیکن اس کے حلقہ درس کی اصلی خصوصیت فقہ و قرآن تھی، اس لئے ان کو کسی ایسے استاد کی ضرورت تھی جو خالص حدیث کا ذوق رکھتا ہو، اس کے لئے انہوں دربار نبوی کا رخ کیا، اور امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام

مالکؒ سے سماع حدیث:

کوفہ میں بڑے بڑے شیوخ حدیث موجود تھے کہ مکہ میں سفیان عیینہؒ اور خراسان میں عبداللہ بن مبارکؒ مرجع خلائق تھے۔ خود مدینہ منورہ میں ابراہیم ابن محمدؒ اور عبیداللہ بن محمدؒ وغیرہ کے حلقہ درس قائم تھے۔

لیکن امام مالکؒ کے درس حدیث کی چند ایسی خصوصیتیں تھیں جن کی وجہ سے وہ حدیث میں ساری دنیائے اسلام کے مرکز بن گئے، اور یہی چیز امام محمدؒ کو کشاں کشاں کوفہ سے کئی سو میل دور مدینہ لے گئی، یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں جس طرح فقہ کی تعلیم کے لئے امام صاحبؒ جیسا استاد ملا۔ اسی طرح حدیث کی تحصیل کے لئے اس وقت کے سب سے بڑے شیخ کی صحبت نصیب ہوئی۔

مدینہ میں قیام کی مدت:

امام محمدؒ تین برس تک دیار نبوی ﷺ میں رہے، اور بالالتزام امام مالکؒ سے سماع حدیث کرتے رہے، انہوں کم و بیش ۷۰۰ حدیثیں ان سے سنیں، خود فرماتے ہیں:

اقمت علی باب مالک ثلاث سنین او اکثر وسمعت منہ سبعمائۃ حدیث (کروی ۲، ص ۱۴۰)

"میں امام مالکؒ کے دروازے پر تین برس یا اس سے زیادہ قیام پذیر رہا، اور اس مدت میں سات سو حدیثیں ان اسے سنیں" امام مالکؒ کے علاوہ مدینہ منورہ کے دوسرے شیوخ حدیث سے بھی انہوں نے استفادہ کیا۔

طالب علمی میں فراغت قلب:

اکثر و بیشتر اہل علم اور ائمہ فن کی کے سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا زمانہ طالب علمی بڑی عسرت اور تنگی میں گزرا ہے، لیکن امام محمدؒ کے ساتھ یہ بڑا فضل شامل حال رہا کہ ان کی طالب علمی کا پورا زمانہ نہایت خوشحالی اور فارغ البالی میں گزرا اور انہیں کبھی کوئی دقت پیش نہیں آئی، جب تک ان کے والد زندہ رہے ان کی کفالت کرتے رہے، جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے ترکہ میں ایک بڑی رقم چھوڑی جس کو امام محمدؒ نے اپنی تعلیم پر صرف کیا، خود فرماتے ہیں، مجھے اپنے والد سے تیس ہزار درہم وراثت میں ملے تھے، ۱۵ ہزار میں نے شعر و ادب لغت اور نحو کی تحصیل پر اور ۱۵ ہزار فقہ و حدیث کے حصول پر صرف کیا۔

علم کی فطری ذوق اور مطالعہ میں انہماک :

علم و فن کا ذوق امام محمدؒ کا فطری تھا، وہ آغاز شروع ہی سے مسائل میں ایسی باریکیاں پیدا کرتے تھے کہ بڑوں نگاہیں بھی وہاں تک کم پہنچی تھیں، ان کی اسی فطری ذوق اور استعداد کو دیکھ کر امام صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ "انشاءاللہ یہ لڑکا رشید ہو گا، ایک روز ان کے سوال پر فرمایا تم تو بڑوں جیسا سوال کرتے ہو میرے پاس آمد و رفت رکھو"۔

مطالعہ میں انہماک :

محمد بن سماعہؒ جو ان کے خاص تلامذہ میں ہیں، فرماتے تھے کہ امام محمدؒ کو مطالعے میں اس قدر انہماک ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص ان کو سلام کرتا تو انہماک و بے خبری میں (جواب دینے کی بجائے) اس کے لئے دعا کرنے لگ جاتے، پھر وہ شخص کچھ اور الفاظ زیادہ کر کے دوبارہ سلام کرتا تو وہی الفاظ دہراتے تھے۔ ان کے نواسے فرماتے ہیں کہ (امام محمد کی وفات کے بعد) میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ نانا گھر میں رہتے تھے تو کیا کرتے تھے، انہوں اشارہ کر کے بتلایا کہ فلاں کوٹھڑی میں رہتے تھے، اور گرد و پیش کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا، میں نے مطالعے کے وقت ان کو کبھی بولتے ہوئے نہیں سنا بجز اس کے کہ وہ ابرو اور اشارے سے اپنی ضرورت بتلا دیتے تھے۔

علمی شغف کا یہ حال تھا کہ کپڑے میلے ہو جاتے تھے، لیکن جب تک کوئی دوسرا شخص کپڑے نہ بدلوا دیتا وہ کپڑے نہیں اتارتے تھے۔

گھر میں ایک مرغ پلا ہوا رکھا تھا جو رات میں اکثر بانگیں دیا کرتا تھا، انہوں نے اہل خانہ سے کہا کہ اسے ذبح کر دو، اس کی بانگ بے ہنگام کی وجہ سے علمی کام خلل پڑتا ہے۔ آپ نے گھر میں کہہ رکھا تھا کہ مطالعے کے مجھے دنیا کی کسی ضرورت کا ذکر نہ کیا جائے کہ میرا قلب اس کی طرف متوجہ ہو کچھ کہنا ہو میرے وکیل (منتظم خانہ) سے کہو۔

مجلس درس :

اسی ذکاوت و ذہانت اور علمی ذوق کا نتیجہ تھا کہ بیس ہی برس کی عمر میں مسند درس کی زینت بنا دیئے گئے اور کوفہ، بصرہ، شام، ہرات، نیشاپور، حلب، بخارا اور اقصائے مغرب غرض دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ سے تشنگان آکر اس سرچشمہ علم سے سیراب ہونے لگے۔

امام محمدؒ کی تین عجیب باتیں :

امام سرخسیؒ نے امام محمدؒ کی تین عجیب باتیں لکھی ہیں ان میں پہلی بات یہ ہے۔

" من لم یعرف اہل رمانہ فھوا جاہل "

جو اہل زمانہ سے واقف نہیں وہ جاہل ہے۔ امام محمدؒ کا معمول تھا وہ تاجروں کے پاس بازاروں میں جاتے اور دیکھتے کہ

تاجر آپس میں کس طرح معاملات کرتے ہیں کسی نے ان کو بازار میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ تو کتاب پڑھنے پڑھانے والے آدمی ہیں یہاں کیسے ؟ فرمایا کہ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ تاکہ معلوم کر سکوں تاجروں کا عرف کیا ہے ورنہ میں صحیح مسئلہ نہیں بتا سکتا۔

دوسری بات یہ کہ کسی نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ آپ نے اتنی کتابیں لکھ دیں "لم لم تحر فی الزھد شیئاً" لیکن زہد اور تصوف میں کوئی کتاب نہیں لکھی ؟ آپ نے فرمایا کہ میں "کتاب البیوع" جو لکھی ہے وہ کتاب الزہد ہے۔ تیسری یہ ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ ہم اکثر آپ کو دیکھتے کہ ہنسی آپ کے چہرے پر نہیں آتی۔ ہر وقت غمگیں رہتے ہیں، جیسے آپ کو کوئی تشویش ہو جواب میں فرمایا:

"مابال فی رجل جعل الناس قنطرة یمرون علیھا"

اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کی گردن کو لوگوں نے پل بنایا ہوا اور اس پر سے گزرتے ہوں۔

یاد رہے کہ امام محمدؒ جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے سارے فقہی احکام اپنی تصانیف کے ذریعے ہم تک پہنچائے ان کا احسان ہمارے سروں پر اتنا ہے کہ ساری عمر تک ہم ان کے احسان کا صلہ نہیں دے سکتے اور ان کی لکھی ہوئی کتابیں کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل ج ا ص ۴۷)

وفات:

امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد ہارون الرشید کو کسی ضرورت سے رے جانا پڑا، امام محمدؒ کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا اسی مقام پر سنہ ۱۸۹ میں ۵۸ برس کی عمر میں امام فقہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اتفاق سے کسائی مشہور امام نحو بھی اسی سفر میں ہارون کے ساتھ تھے انہوں نے بھی اسی دن یا دو دن بعد انتقال کیا، ہارون کو ان دونوں ائمہ فن کے پے درپے انتقال کا بڑا رنج ہوا اس نے نہایت افسوس میں کہا کہ "فقہ اور نحو" دونوں کو میں نے رے میں دفن کر دیا۔

تدفین: جبل طبرک جورے کا مشہور قلعہ ہے، اسی میں امام فقہ کو سپرد خاک کیا گیا۔

تمت بالخیر